حیات پیغمبرؐ کے چند پہلو

عمدۃ العلماء ذاکر شام غریباں سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد طاب ثراہ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَبَارَکَ فِیْ کِتَابِہٖ الْمُبِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ، یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔

قرآن کے آیات محکمات میں خدا کا کلام اور اپنے حبیب سے خطاب کرکے کہ اے نبی تم کو زمین پر بھیجنے کی غرض یہ ہے کہ تم ایمان والوں کو جنت کی بشارت دو اور جو کافر ہیں ان کو جہنم سے ڈراؤ اور ان کے اعمال کے گواہ رہو، تمہاری غرض بعثت یہ ہے کہ ہماری اجازت سے ہماری طرف لوگوں کو دعوت دو اور ہم نے تم کو روشن چراغ بنایا ہے۔

جو آیت میرا سرنامہ کلام ہے اس میں فرائض نبوت کی تفصیل ہے مگر نہ اس لئے کہ رسولؐ نہ جانتے تھے بلکہ صرف اس لئے کہ ہم کو معلوم ہوں لیکن چونکہ ہماری ذات اس قابل نہ تھی کہ خدا کا کلام ہم سے مخاطب ہو لہٰذا ارشاد ہوا یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ، اے رسولؐ ہم نے تم کو بھیجا، یہ خیال کبھی نہ کیجئے گا کہ ہمارے رسول کے واسطے کوئی زمانہ ایسا بھی تھا جس زمانے میں نبی نہ تھے، کہئے تو اتنا مان لوں کہ بعثت کے پہلے رسولؐ نہ تھے مگر کوئی آن ایسی نہ تھی جس وقت خلعتِ نبوت زینت جسم نہ ہو، دیکھئے نبی وہ ذات بزرگ ہے جو مرتبۂ نبوت کی حامل ہو کبھی اس کو حکم ہوتا ہے جاؤ ان احکام کو دوسروں تک پہنچا دو اور کبھی اس کو تبلیغ کی اجازت نہیں ہوتی، جب تک تبلیغ کی اجازت نہ ہو نبی نہ ہوگا رسول نہ ہوگا اور جب تبلیغ کی اجازت مل جائے تو نبی بھی ہوگا اور رسول بھی ہوگا لہٰذا خاتم النبیین حامل بار نبوت ہمیشہ سے تھے مگر تبلیغ کرنے کی اجازت نہ تھی اور جس دن کوہ حرا پر آواز آئی یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ، بس اے چادر اوڑھنے والے اُٹھ اور لوگوں کو ہمارے غضب سے ڈرا، تو معلوم ہوا کہ یوم بعثت اظہار کا حکم ہوا، رسالت ملی لیکن نبی تو آپ پہلے ہی سے تھے۔ یہ بھی نہیں کہ جوانی میں نبوت ملی بلکہ بچپنا وہ بھی نبوت کے ساتھ، پیدا ہوئے تو شان نبوت، دودھ پیا تو شان عدالت۔

اتنا تو ہر تاریخ میں ہے کہ آپ کی دایہ جناب حلیمہ کے سینہ میں دودھ اس قدر کم تھا کہ خود ان کے بچہ کو بھی کافی نہ ہوتا تھا اور رات بھر وہ بچہ بھوک کے سبب سے رویا کرتا لیکن جب سے رسولؐ گود میں آئے شیر کی اتنی کثرت ہوئی کہ دونوں بچے بالکل سیر ہوجاتے تھے، یہ تھی شان عدالت کہ دوسرے کا حق لے کے نہیں پیا بلکہ اپنی طرف سے کچھ دے کے پیا۔ اوروں سے لے لینا، یہ اوروں کا کام ہے اور اس گھر کا تو ہمیشہ خاصّہ ہی یہ رہا کہ کبھی کسی سے کچھ لیا نہیں اور اگر کبھی کچھ قبول کرلیا تو صرف اس لئے کہ بڑھا کے واپس کردیں، اس کے بعد یہ دوسری سمجھ کہ بائیں طرف منھ نہ لگایا

جب دودھ پیا تو داہنے ہی طرف سے کہ داہنا سینہ اپنے واسطے رہے اور بایاں سینہ دودھ شریک بھائی کے لئے، یہ تو وہ ہے جو سب ہی نے کہا مگر بعض روایتیں تو بتاتی ہیں کہ شان عدالت کچھ اور زائد تھی اور وہ یہ کہ جناب حلیمہ کے صرف بائیں سینہ میں دودھ ہوا کرتا تھا، اور داہنے سینہ میں دودھ ہوتا ہی نہ تھا اور شاید قدرت کا خیال یہ تھا کہ یہ بھی ذرا بے حرمتی ہے کہ کسی اور کے منھ لگائے ہوئے کو خدا کا رسول منھ لگائے لہٰذا اس چشمہ کو خشک ہی کر دیا جس سے خاتم النبیین سیراب ہونے والے تھے۔ بہرحال جناب حلیمہ نے آپ کو گود میں لے لیا تو آپ کا دہن اقدس بائیں طرف پھیرا تاکہ آپ دودھ نوش فرمائیں، لیکن آپ نے داہنی طرف کا رُخ کیا، حلیمہ نے بائیں طرف منھ پھیر دیا پھر آپ نے داہنے سینہ کا قصد کیا، جب کئی مرتبہ یہ واقعہ ہوا تو جناب حلیمہ نے داہنے سینہ سے منھ لگا دیا کہ دیکھ لیجئے اس جانب شیر ہے ہی نہیں لیکن ادھر جناب رسالتمآبؐ کا دہن اقدس حلیمہ کے سینہ سے متصل ہوا اُدھر پاک و پاکیزہ دودھ جوش مار کے نکلا وہاں اہتمام قدرت یہ تھا کہ جس چشمہ سے ہمارا رسول سیراب ہو، اسے کوئی بچہ منھ نہ لگا سکے اور یہاں یہ عدالت رسولؐ تھی کہ کسی دوسرے کی حق تلفی نہ ہو دودھ پیا تو وہی جو اپنی برکت سے حاصل کیا یہ ایک شان نبوت تھی، پھر اس کے بعد تو ہر ہر قدم پر جلوۂ نبوت اور آثار رسالت تھے، جس زمین پر قدم رکھا سرسبز ہوگئی جس درخت کو چھو لیا بارآور ہوگیا، جس جانور پر بیٹھ گئے وہ قوی ہوگیا، جس طرف نکل گئے درختوں اور پتھروں نے سلام شروع کر دیا، کبھی کھانا خود سے نہ مانگا، کبھی پانی طلب نہ کیا، کبھی کسی نے بچپنے میں بھی برہنہ نہ دیکھا، بچپنا تھا تو کھیل کو د نہیں، جوانی آئی تو لہو و لعب نہیں، ناجائز باتوں کی طرف قدم نہ بڑھایا، حرام کاموں میں ہاتھ نہ ڈالا، تنہا نکلے تو مَلَک ساتھ، مجمع میں چلے تو ابر ساتھ، گھر میں رہے تو رحمت ساتھ، حرم میں آئے تو عظمت ساتھ، تجارت کو نکلے تو برکت ساتھ اور خدا تو ہر وقت ساتھ ہی تھا، نبوت کی شان و شوکت کے ساتھ، رسالت کی عظمت وجلالت کے ساتھ کل بنی ہاشم کی محبت کے ساتھ بچپنا گزرا اور جوانی آئی، مگر شباب رسالت کا شباب: جس طرف نکل گئے تو لوگ محو جمال اور جس سمت سے گزر ہو او دیکھنے والوں کی نگاہیں جم کے رہ گئیں، ایک دن گزر رہے تھے اور اس جانب سے جہاں جناب خدیجہ کا مکان تھا، جناب خدیجہ قریش کی وہ دولت مند عورت جن کے مقابلہ میں کسی کی دولت آتی نہ تھی، تجارت کرتی تھیں اور اتنی زبردست تجارت کہ بنابر ناسخ التواریخ کے صرف اسّی ہزار اونٹ تجارت کا مال لے جانے کے واسطے تھے، قصر تھا ان کا اور عالیشان قصر، اور اس قصر کے اوپر سبز ریشم کا خیمہ جس کی مُرصع ڈوریاں، کنیز وغلام باادب حاضر، اتفاق سے جس وقت ہمارے رسولؐ قصر کے نیچے سے گزر رہے تھے اس وقت یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم جناب خدیجہ کے پاس حاضر تھا جیسے ہی اس کی نظر خاتم النبیینؐ پر پڑی، پہلے تو تیور دیکھتا رہا اور اس کے بعد جناب خدیجہ سے کہا کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ اس جوان کو یہاں بلاؤ؟ خدیجہ نے جواب دیا کہ ہاں بے شک ممکن ہے، یہ کہہ کے ایک کنیز کو بھیجا کہ جاکے ذرا بُلا تو لا۔ کنیز

خدمت رسولؐ میں آئی اور خدیجہ کا پیغام عرض کیا۔ جناب رسالت مآبؐ نے قبول کیا، خدیجہ کے مکان میں تشریف لے گئے، لوگوں نے تعظیم وتکریم کی، انتہائی عزت واحترام سے بٹھایا، وہ یہودی عالم قریب آیا، سر سے پیر تک نگاہ کی۔ اس کے بعد عرض کیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ میں آپ کی پشت مبارک کی زیارت کروں؟ یہ سن کر آپ نے اپنا پیراہن پشت مبارک سے ہٹا دیا۔ اس یہودی نے مہر نبوت کی زیارت کی توقسم کھا کے اس نے یہ آواز دی کہ یہ مہر رسالتؐ ہے اور یقینا یہ خاتم النبیینؐ ہے۔ جناب خدیجہ نے فرمایا کہ کہو خیریت ہوئی کہ محمدؐ اس وقت اکیلے تھے اگر ان کے ساتھ ان کا کوئی عزیز ہوتا تو تمہاری یہ مجال نہ ہوتی کہ مہر نبوت کی زیارت کرو کیونکہ ان کے چچا انھیں یہودیوں سے بہت بچاتے تھے، اس یہودی نے جواب دیا کہ ان کے واسطے کسی حفاظت کی ضرورت نہیں خدا خود ان کا نگراں ہے کسی کی مجال نہیں جو انھیں قتل کر سکے۔ اس کے بعد جناب رسالت مآبؐ خدیجہ کے گھر سے باہر نکلے اور خدیجہ نے یہودی سے دریافت کیا کہ تم نے کیونکر پہچانا کہ یہ پیغمبرؐ ہے؟ اس عالم نے عرض کی کہ توریت میں اس نبی کا ایک ایک خدوخال صورت وسیرت نام ونسب دن اور تاریخ سب مذکور ہے، میں ان تمام خبروں کو پڑھ چکا ہوں، اس لئے کہتا ہوں کہ یہی نبی ہے۔ بس یہی دن تھا کہ جب رسولؐ کی محبت خدیجہ کے دل میں جم گئی، تمام عرب کے دولت مند خدیجہ سے عقد کی تمنا میں تھے مگر آپ کسی کو منظور نہ کرتی تھیں، یہاں تک کہ ایک دن جناب ابوطالب نے اپنے بھتیجے کو قریب بلایا اور کہا کہ نورنظر آج کل زمانہ خراب ہے اور اخراجات کی اس قدر تنگی ہے کہ میں بھی تکلیف میں ہوں اور تم بھی زحمت میں ہو تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں خدیجہ سے جا کر کہوں کہ جس طرح وہ اپنی تجارت کا مال اوروں کو دیتی ہیں اسی طرح تم کو بھی دیں اور اس سے جو نفع حاصل ہو وہ ہماری تنگ دستی دور کرنے کا ذریعہ ہو۔ جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ چچا جو کچھ آپ نے فرمایا، وہ سب مناسب ہے، میں بسر وچشم موجود ہوں۔ یہ سن کر جناب ابوطالب اُٹھے، لباس پہنا، جناب عباس اور جناب حمزہ وغیرہ کو ساتھ لیا، پہنچے جناب خدیجہ کے دروازے پر۔ اس وقت وہ معظّمہ دل ہی دل میں حبیبؐ خدا کو یاد کر رہی تھیں کہ یکایک کسی نے دقّ الباب کیا۔ کنیز کو حکم دیا کہ دیکھے کون ہے؟ گئی کنیز اور آ کے عرض کی کہ اے محترمہ سرداران بنی ہاشم سیدان عرب ابوطالب اور ان کے اعزا دروازہ پر ہیں۔ یہ سن کر جناب خدیجہ خوش ہوگئیں، اپنے غلام میسرہ کو بلایا فرمایا جا، جا کر تمام مہمانوں کو عزت واحترام سے بٹھا، سب کے واسطے دعوت کا انتظام کر۔ میسرہ آیا، جناب ابوطالب کو ساتھ لے کر داخل خانہ ہوا۔ صدر میں سب کو جگہ دی، عزت واحترام سے بٹھایا۔ طرح طرح کے میوے اور شربت حاضر کئے۔ جناب خدیجہ پس پردہ آ کر بیٹھ گئیں۔ دریافت کیا کہ اے مجاورین حرم اور اے سرداران عرب وعجم! آج کیا میری خوش قسمتی تھی کہ آپ نے میرے غریب خانہ کو سرفراز فرمایا۔ جناب ابوطالب نے کہا خدیجہ کام تو وہ ہمارا ہے، مگر فائدہ اس میں تمہارا بھی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح تم اپنا مال تجارت اوروں کو دیتی ہو،

اسی طرح میرے بھتیجے محمدؐ کو بھی دو کہ وہ تمہاری طرف سے تجارت کرے اور انشاء اللہ تم اس کو بہترین امانت دار پاؤ گی، اس وقت میرے بھتیجے کی امانت ودیانت وصداقت، فہم وفراست پر تمام مکہ گواہ ہے۔ یہ سن کر جناب خدیجہ کا دل بے چین ہوگیا، لیکن جب نگاہ اُٹھا کے دیکھا تو نور نگاہ عالم خدیجہ کی نگاہوں کو ڈھونڈھنے کے بعد بھی نہ ملا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ابوطالب میں تمہاری فرمائش کی تعمیل کے واسطے موجود ہوں لیکن چاہتی ہوں کہ محمدؐ کی زبان سے خود ان کی خواہش کو سنوں اور جو باتیں دریافت طلب ہیں، وہ معلوم کرلوں۔ یہ سن کر جناب عباس اپنی جگہ سے اٹھے، (آپ کو) گھر میں نہ پایا، حرم میں نہ ملے، شہر میں کہیں نظر نہ آئے، آخر مکہ سے باہر نکلے پہاڑوں کے دامن میں آئے، دیکھا وہی پتھر جس پر جناب ابراہیمؑ آرام کیا کرتے تھے، وارث ابراہیمؑ کا فرش ہے اور اس پتھر پر آرام فرمارہے لیکن اس طرح کہ ہیبت ناک اژدہا سرہانے ہے اور مُرچھل کی جگہ پھولوں کا گلدستہ منھ میں لئے ہوئے مگس رانی کررہا ہے یہ دیکھ کر جناب عباس گھبرائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بھتیجے کو اذیت دے فوراً تلوار کمر سے نکالی اور چاہا کہ اژدہے پر حملہ کردیں۔ اژدہا بھی سنبھل کے مقابلہ میں آیا اور جناب عباس پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ گھبرا کر رسالت مآبؐ کو آواز دی کہ نورِ نظر اُٹھو اور اپنے چچا کی مدد کرو۔ اس آواز سے جناب رسالت مآبؐ کی آنکھ کھلی۔ جیسے ہی آپ بیدار ہوئے، فوراً اژدہا غائب ہوگیا۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جناب عباس تلوار ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں، فرمایا: ''چچا کیا واقعہ ہے؟'' جناب عباس نے کل حالت بیان کی۔ فرمایا چچا ڈریئے نہیں وہ دشمن نہ تھا دوست تھا، اژدہا نہ تھا ملک تھا۔ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے، میری حفاظت کرتا ہے اور اکثر مجھ سے باتیں کیا کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے، یہ تھی شان نبوت قبل بعثت، موسیٰؑ کی شان کہ اژدہا دیکھ کے خوف آیا، یہ خاتم النبیینؐ کہ اژدہے نے مِروَحَہ جنبانی کی تو نیند آگئی۔ موسیٰؑ کے دل کی کمزوری اُنھیں مبارک اور ہمارے رسولؐ کی قوت دل ہمارے لئے یہی قوی دلِ رسول تھا، جس کے وصی نے گہوارہ میں اژدہے کے کلّے چیرے اور اسی نبیؐ کا قوتِ بازو تھا، جو شب ہجرت سوکر رہا، یعنی یہ رسول کی شان کہ اژدہے کے حلقہ میں آرام کیا اور وہ وصی کی شان کہ تلواروں کے سایہ میں نیند آئی۔

بہرحال خاتم النبیینؐ جناب عباس کے ساتھ جناب خدیجہ کے مکان کی طرف روانہ ہوئے مگر پیشانی کا نور خانۂ خدیجہ میں آپ سے پہلے پہنچا اور اس حد پر مکان روشن ہوا کہ خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ کو بلا کے ارشاد کیا کہ میں نے تجھ سے تاکید کردی تھی کہ پردہ برابر کردینا کہ دھوپ نہ آئے مگر معلوم ہوتا ہے کہ تو نے پردے برابر نہیں کئے۔ میسرہ نے دست ادب باندھ کے عرض کی کہ نہیں پردے میں نے سب برابر کردیئے، معلوم نہیں یہ شعاع کاہے کی ہے؟ یہ کہہ کر میسرہ باہر نکلا اور فوراً پلٹ کے خدمت خدیجہ میں عرض کی کہ یہ روشنی دھوپ کی نہیں ہے بلکہ ابوطالب کے بھتیجے محمدؐ آرہے ہیں، یہ ان کے چہرے کا نور ہے جس نے تمام گھر روشن کردیا، ابھی یہ تذکرہ ہو ہی رہا تھا کہ خاتم النبیینؐ

گھر کے اندر داخل ہوئے اور تمام مکان چہرے کے نور سے چمک اُٹھا۔ ابوطالب بھتیجے کی تعظیم کو اٹھے، نور نگاہ کو وسط میں جگہ دی، لخت دل کو صدر میں بٹھایا، جناب خدیجہ پردہ کے قریب آئیں، تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد شرائط تجارت پیش کئے۔ تمام معاملات طے ہوگئے تو مال تجارت سپرد کیا۔

خدیجہ خیمہ سے دیکھ رہی ہیں اور رسالت مآبؐ سامان سفر بار کررہے ہیں۔ جس ناقہ کے قریب آئے، وہ گھٹنے توڑ کے زمین پر بیٹھا، سر حضرت کے پیروں پر رکھا، آپ نے غلاموں کی مدد سے تمام اسباب بار کیا مگر سامان بہت تھا ہر چند روانگی میں جلدی کی مگر پھر بھی دھوپ تیز ہوگئی اور پیشانی پہ پسینہ کے قطرے آگئے۔ جناب عباس نے چاہا کہ سایہ کا انتظام کریں کہ بھتیجے کو اذیت نہ ہو ابھی اسی فکر میں تھے کہ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا چلا اور اسی کے ساتھ ابر کا خوش منظر ٹکڑا رسولؐ کے سر پر آکے رُکا۔ جناب عباس مسکرا دیئے اور فرمایا کہ نور نظر تجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں، خدا تیرا معین ہے۔ جناب عباس چاہتے تھے میں سایہ کروں اور خدا نے چاہا کہ میں سایہ کروں۔ اگر چہ عباس چچا تھے مگر قدرت نے یہ بھی نہ چاہا کہ چچا سایہ کی تدبیر کریں، لہٰذا خود انتظام کو قدم بڑھایا، اور سچ بھی ہے رسول رحمت، اور رحمت وہ جس کے سایہ میں تمام عالم ہو تو اس کے اوپر کون سایہ کرے، اس پر تو سایۂ رحمت ہی تھا اور یا پھر اس کا سایہ پڑا جس نے دوش پر قدم رکھے اور وہ بھی کوئی غیر نہ تھا نفس اللہ کا مصداق تھا تو رحمت پر سایۂ رحمت ہی تھا۔

بہرحال، تمام قافلہ روانہ ہوا اور ابر کا سایہ ساتھ رہا۔ جس راستہ سے ہوکے گزرے، صحرا میں برکت پھیل گئی۔ چشموں پر آئے تو اُبلنے لگے۔ جنگل سے نکلے تو سبز ہوا۔ پہاڑوں سے گزرے، تو پہاڑوں نے سلام کیا۔ درختوں کے پاس بیٹھے تو پھل نکلے۔ پانی ملا تو راستہ بنایا۔ اژدہا ملا تو باتیں کیں۔ درندے ملے تو سربسجود۔ پانی نہ ملا، تو دست مبارک ریت میں ڈالا اور ہر اُنگلی سے چشمہ اُبلا۔ راہبوں کے دیر کے قریب پہنچے تو اپنا کلمہ پڑھوا کے چلے۔ یوں ہی سفر ختم ہوا اور شام کا سواد نظر آیا، نور نے رات کو دن بنایا۔ قافلہ کے آنے کی خبر ہوئی، لوگوں نے آکے گھیر لیا۔ مال بکنا شروع ہوا، جتنے تاجر قافلہ میں تھے، ان سب کا مال نفع سے بکا اور قدم رسولؐ کی برکت تھی کہ ایک ہی دن میں تمام تاجروں کا مال فروخت ہوگیا اور بے حد نفع سے فروخت ہوگیا لیکن خود آپ نے اپنا مال کچھ بھی نہ بیچا یہاں تک کہ تمام اہل شہر اپنی اپنی ضرورت کی چیزیں خرید کے واپس ہوگئے۔ اب نہ کوئی خریدار رہا اور نہ کسی تاجر کے پاس مال رہا۔ ابوجہل اس قافلہ میں موجود تھا اور اسے ہمیشہ سے جناب رسالت مآبؐ سے عداوت تھی۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ خریدار اب کوئی نہیں اور جناب رسالت مآبؐ کا سب اسباب رکھا ہوا ہے تو بہت خوش ہوا کہ جب یہ تمام مال یوں ہی واپس ہوجائے گا تو خدیجہ بہت ناراض ہوں گی۔ اسی خوشی میں اس نے شب گزاری اور ہمارا رسولؐ بالکل مطمئن۔ رات گزر کے صبح ہوئی اور باہر کے قافلے آنا شروع ہوئے۔ پھر خریداروں کی کثرت ہوئی اور اب سوائے آپ کے مال

تجارت کسی تاجر کے پاس نہیں، یہاں تک کہ تمام اسباب فروخت ہوگیا اور جس قدر اور تاجروں کو فائدہ ہوا تھا اس سے دونا نفع رسول کو ہوا۔ دیکھا آپ نے یہ انصاف کا طرز تھا اور یہ ایثار کی شان تھی! یا تو فرمایئے ایثار یہ تھا کہ دوسرے تاجروں کو اپنی تجارت پر مقدم کردیا کہ کسی کی خاطر شکنی نہ ہو، اور یا انتہائی توکل کی نمائش تھی کہ تم سب اپنا نفع پہلے کرلو پھر میرے مال کا بھی خدا ہے اور یا انتہائی معاملہ فہمی تھی جس نے آخر میں بے حد نفع دیا۔ جس کو ایسا امین ملے اس کی تجارت کا کیا کہنا! جناب خدیجہ کو مبارک ہو کہ ایسا امین ہاتھ لگا ہے کہ نفع کی کوئی حد نہ رہی تو آیئے ہم بھی اپنی تجارت اس امین کے سپرد کریں۔ چاہئے تو اپنا مال دیجئے اور چاہئے تو اپنا نفس بیچ ڈالئے مگر رسول کے ذریعہ سے تجارت کیجئے پھر دیکھئے کہ قیمت کتنی ملتی ہے۔

بس علیؑ نے تجارت یوں ہی کی۔ نفس اپنا رسولؐ کو دیا کہ جس طرح چاہئے بیچ ڈالئے اور رسولؐ نے اپنے گھر کو بازار بنایا، اپنے بستر پر اس مال کی نمائش کی، اپنی چادر کا پردہ ڈالا۔ جب یوں سجاوٹیں مکمل ہوئیں، اس وقت قیمت میں رضا ملی: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔

بہرحال انتہائی کامیابی اور نفع کے ساتھ تاجروں کا قافلہ مکہ کی طرف چلا چند فرسخ راہ باقی تھی کہ ہر شخص نے اپنا اپنا ایک نمائندہ مکہ کی طرف بھیجا کہ قافلہ کی سلامتی کی بشارت سنائے۔ یہاں خود رسالت مآبؐ بنفس نفیس چلے کہ خدیجہ کو مبارکباد دیں۔ خدیجہ اپنے مکان کی چھت پر ریشمی خیمہ کے سایہ میں کنیزوں کے جھرمٹ میں بیٹھی تھیں کہ راستہ کی طرف نگاہ اُٹھی، دیکھا ایک سوار صحرا کی طرف سے یوں آرہا ہے کہ زمین پیروں کے نیچے لپٹ رہی ہے اور بالائے سر یاقوت سُرخ کا قبہ ہے، جس میں سچے موتیوں کی ڈوریاں ہیں، چہرے کے نور سے تمام جنگل چمک رہا ہے۔ جب خدیجہ کی نظر اس سوار پر پڑی تمام پاس والوں سے پلٹ کر فرمایا کہ ذرا غور سے دیکھو میری ہی نگاہ دھوکا دے رہی ہے یا تم کو بھی کوئی سوار نظر آتا ہے؟ سب نے عرض کی ہاں سوار بھی ہے اور زمین سے آسمان تک نور بھی ہے۔ جناب خدیجہ نے فرمایا کہ یہ تو میں پہچان گئی کہ ناقہ تو یہ میرا ہی ہے اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ سوار بھی محمدؐ ہے، کوئی اور نہیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ناقہ خدیجہ کے دروازے پر رُکا اور وہ قبۂ نورانی نگاہوں سے غائب۔ کنیزوں نے بڑھ کر دروازہ کھولا اور جناب رسالت مآبؐ خدیجہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ پردہ کی آڑ میں خدیجہ بیٹھیں تمام حالات سفر پوچھے۔ دل کو خوشی انتہائی ہوئی تجارت کی کامیابی کا حال سن کے، عرض کی کہ اس کی تو کوئی مسرت نہیں۔ ہاں! خوشی ہوئی اس کی کہ آپ کی زیارت کا شرف ملا مگر میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ اب آپ یہاں سے واپس جائیں اور قافلہ کے ساتھ داخل مکہ ہوں۔ غرض خدیجہ کی یہ تھی کہ اپنا شبہہ مٹا لیں کہ قبۂ نور انھیں کے ساتھ تھا؟

بہرحال جناب رسالت مآبؐ خانۂ خدیجہ سے باہر نکلے ادھر ناقہ نے قدم بڑھایا اُدھر قبہ نے سایہ کیا اور رسولؐ

کی سواری تیزی سے چلی، زمین پیروں کے نیچے لپٹی اور کل دو ساعت میں کئی فرسخ راہ ختم ہوگئی۔ جب قافلہ میں واپس آئے، تو کل دو ساعتیں گزری تھیں کہ گئے بھی اسی عرصہ میں اور واپس بھی آئے۔ تعجب تھا لوگوں کو اور بہت تعجب مگر آج کی سرعت بتاتی تھی کہ جب خدیجہ کی طرف اس تیزی سے پہنچے اور زمین کی راہیں یوں گزر گئیں، تو جس وقت خدا کی طرف جائیں گے تو تیزی کی حالت انتہائی ہوگی، یہ زمین کا سفر تھا، وہ آسمان کا سفر۔ یہ یہاں کی راہیں تھیں، وہ وہاں کی راہیں۔ ادھر خدیجہ کے دل کی کشش تھی، اُدھر خدا کے حکم کی کشش۔ یہ زمین کی معراج تھی، وہ آسمان کی معراج۔

بہر حال جناب رسالت مآبؐ قافلہ کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کر کے داخل مکہ ہوئے، تمام شرفاء مکہ استقبال کو نکلے، انتہائی مسرت وخوشی کے ساتھ داخل مکہ ہوئے۔ رسولؐ اپنے گھر میں تشریف لائے، غسل کیا، لباس بدلا، خوشبو لگائی، اور جناب خدیجہ کے گھر میں آئے۔ خدیجہ نے انتہائی عزت واحترام کے ساتھ بٹھایا۔ خود پسِ پردہ بیٹھیں، تمام حالات سفر تفصیل سے پوچھے۔ بے حد اظہار مسرت کیا۔ اس کے بعد عرض کی کہ جو تمہاری آرزو ہو میں اس کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہوں۔ یہ سن کر جناب رسالت مآبؐ نے سر جھکایا، شرم کی سرخی چہرے پر دوڑی۔ جناب خدیجہ نے فرمایا کہ اے سید وسردار عرب اچھا یہ فرمایئے کہ جو کچھ مال دنیا میں آپ کو اس تجارت کے عوض میں دوں گی، وہ آپ کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے چچا ابوطالب سے عرض کی کہ یہ تمام مال آپ کا ہے مگر وہ فرماتے ہیں کہ نہیں میں اس مال سے تمہارے واسطے دو ناقے خریدوں گا کہ تم ان ناقوں کے ذریعہ سے تجارت کرنا۔ یہ فرما کے آپ نے سر جھکایا اور اس کے بعد فرمایا کہ میرے چچا یہ بھی فرماتے تھے کہ ناقہ کی خریداری کے بعد جو کچھ مال بچے گا، اس سے میرا عقد کسی میری ہی ہم قوم عورت سے کردیں گے۔ یہ سن کر جناب خدیجہ نے عرض کی کہ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے واسطے ایک ایسی عورت سے خطبہ کروں جو جود وسخاوت، صورت وسیرت، دولت وثروت، عفت وطہارت میں تمام عرب میں اپنا نظیر نہ رکھتی ہو اور پھر آپ ہی کے قوم وقبیلہ سے بھی ہو۔ یہ سن کر آپ نے شرم سے سر جھکایا، جبین انور سے پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ٹپک پڑے۔ فرمایا: ''خدیجہ میں تمہارے انتخاب پر راضی تو ہوں مگر جب تک میرے بزرگ منظور نہ کریں گے میں کچھ نہیں کرسکتا'' یہ کہہ کے جناب خدیجہ سے رخصت ہوئے۔ ابوطالب کے پاس پہنچے، وقت وہ تھا کہ تمام بنی ہاشم ابوطالب کے گھر میں موجود تھے۔ جناب رسالت مآبؐ سر جھکا کے بیٹھ گئے، جب جناب ابوطالبؑ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ''کیوں نورنظر! خاموش کیوں ہو؟'' عرض کی: ''چچا اگر آپ منظور کریں تو ایک التجا ہے'' فرمایا: ''بیٹا! جو تیری آرزو ہو، میں اسے پورا کرنے کے واسطے بسروچشم موجود ہوں۔'' عرض کی: ''چچا، میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات، خدیجہ کے والد خویلد کے پاس جائیں اور میری نسبت خدیجہ کے واسطے پیش کریں۔'' یہ سننا تھا کہ تمام مجمع میں سناٹا چھا گیا سب سے پہلے ابولہب بولا کہ یہ کیا

خیال خام ہے! خدیجہ نے بڑے بڑے دولتمند، سردارانِ عرب یہاں تک کہ بادشاہوں تک کی نسبتیں تو رد کر دیں، بھلا تمہاری اس کی کیا برابری کہ وہ تمہیں منظور کرے گی۔ یہ سن کر عباس بگڑ گئے اور کہا: ''ابولہب بس خاموش رہ، کون ہے اس وقت عالم میں جو محمدؐ کی برابری کرے! حسن و جمال، صورت وسیرت، فضل وشرف، حسب ونسب ہر بات میں تمام عالم سے بہتر ہے۔ اب رہا مال تو بیشک خدیجہ مالدار ہیں اور میرا بھتیجا مفلس ہے، لیکن ہماری دولتیں کس کی ہیں، ہم سب کے پاس جو کچھ ہے وہ سب محمدؐ کا مال ہے۔'' یہ کہہ کر تمام بنی ہاشم اُٹھے، لباس پہنے، تلواریں لگائیں، خویلد کے پاس آئے۔ خویلد نے تعظیم وتکریم کی، صدرِ مجلس میں جگہ دی۔ لوازم مہمان داری ادا کرنے کے بعد آنے کا سبب دریافت کیا۔ جناب ابوطالب نے وجہ بتائی۔ خویلد نے جواب دیا کہ مجھ کو خدیجہ کا اختیار نہیں، وہ خود صاحب عقل وفہم ہے، لیکن میں جانتا ہوں کہ جب اس نے بادشاہوں کے پیغام رد کر دیئے تو آپ کی نسبت کیا منظور کرے گی؟ یہ سن کر بنی ہاشم کو غصہ آ گیا اور جناب حمزہ سخت جواب دے کے خویلد کی بزم سے باہر نکلے، یہ خبر خدیجہ کو ہوئی، انتہائی رنج وملال ہوا اور اپنے چچازاد بھائی ورقہ ابن نوفل کو بلایا جو بہت بڑے نصاریٰ کے عالم تھے۔ جب ورقہ آئے تو دیکھا کہ چہرہ خدیجہ کا متغیر ہے۔ پوچھا: ''کیوں خدیجہ! غمگین کیوں ہو؟'' فرمایا: ''کیوں کر غمگین نہ ہوں کہ نہ کوئی میرا سرپرست ہے، نہ مونس تنہائی ہے۔'' ورقہ نے عرض کی کہ پھر تمہاری تمنا تو بڑے بڑے بادشاہوں کو ہے مگر تم منظور ہی نہیں کرتیں۔ فرمایا: ''ہاں، مگر میں چاہتی تھی کہ مکہ سے باہر نہ جاؤں۔'' کہا: ''اچھا! پھر مکہ کے رؤسا میں عقبہ، ابوجہل، صُلت یہ تمام دولت مند لوگ تمہارے خواستگار ہیں، ان میں سے جس کو چاہو اختیار کرو۔'' فرمایا: ''یہ سب لوگ گمراہ ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو پسند نہیں کرتی، کوئی شخص تمہاری نگاہ میں ہو تو پیش کرو۔'' یہ سن کر ورقہ نے کہا کہ سنتا ہوں کہ محمدؐ ابن عبداللہ بھی تم سے نسبت چاہتے ہیں۔ فرمایا: ''ہاں! ان کی نسبت قبول کر لینے کے قابل ہے، مگر ورقہ تم مرد ہو اس واسطے میں نے تم کو بلایا ہے کہ اگر محمدؐ میں کوئی عیب ہو تو اس سے مجھ کو خبر کرو۔'' ورقہ نے کہا: ''جس قدر ان میں عیب ہیں وہ سب بتائے دیتا ہوں، سُنو:

اَصلُهٗ اَصِيلٌ وَفَرْعُهٗ طَوِيْلٌ وَطَرْفُهٗ كَحِيْلٌ وَخُلُقُهٗ جَمِيْلٌ وَفَضْلُهٗ عَمِيمٌ وَجُوْدُهٗ عَظِيمٌ۔

سنو! خدیجہ، نسب ان کا بے نظیر، کنبہ ان کا بے مثل ہے، آنکھیں ان کی سرمہ آگیں ہیں، اخلاق ان کے عمدہ ہیں، فضل ان کا عام ہے، سخاوت ان کی عظیم ہے۔'' خدیجہ نے کہا: ''بھائی! یہ تو سب ان کے فضائل ہیں، میں جو دریافت کر رہی ہوں وہ تو بتا دیجئے۔'' کہا: ''ہاں! میں بھول گیا۔ اچھا! ان کا عیب سنو، وہ حسین ہے وہ صاحب نسب ہے جس کا جواب نہیں، اس کی سیرت عالم سے بہتر، اس کا باطن ظاہر سے افضل، زلفیں شب دیجور، اس کی پیشانی پُرنور، اس کے رخسارے گلاب سے بہتر، اس کی خوشبو مشک سے افضل اور باتیں شہد سے شیریں تر ہیں۔'' خدیجہ نے کہا: ''ورقہ! یہ تو تم فضائل ہی بیان کر رہے ہو، کوئی عیب بتاؤ۔''

کہا: ''سنو:

وَجْهُهٗ اَقْمَرُ وَجَبِيْنُهٗ اَزْهَرُ وَطَرْفُهٗ اَحْوَرُ وَرِيْحُهٗ اَزْكٰى مِنَ الْمِسْكِ الْاَذْفَرِ وَلَفْظُهٗ اَحْلٰى مِنَ السُّكْرِ وَاِذَا مَشٰى فَاِنَّهُ الْبَدْرُ اِذَا بَرَزَ وَالْوَبْلُ اِذَا مَطَرَ۔

(اس کا چہرہ آفتاب کی نظیر، اس کی پیشانی ماہِ منیر، اُس کی آنکھیں چشم بددور، اس کی خوشبو مشک و کافور، اس کا کلام سحر حلال، اس کی چال ماہتاب کی چال)'' یہ سن کر خدیجہ نے پھر کہا: ''تم تو فضائل ہی بیان کر رہے ہو۔'' ورقہ نے کہا: ''میری کیا مجال کہ جو میں اس کے فضائل بیان کر سکوں! یہ ادنیٰ تذکرہ تھا اُن صفات کا جو ذات محمدؐ میں موجود ہیں۔'' جناب خدیجہ نے کہا کہ ورقہ جب یہ صورت ہے تو میں سوائے محمدؐ کے اور کسی سے نکاح نہ کروں گی۔ ورقہ نے جواب دیا کہ خدیجہ اگر یہ ارادہ ہے تو سن لو کہ وہی محمدؐ، جس کی تم تمنا میں ہو چند ہی دن میں رسول ہوگا اور تمام دنیا اس کی اطاعت میں ہوگی۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اگر آج ہی میں تمہارا نکاح محمدؐ سے کرا دوں تو مجھ کو کیا انعام دوگی؟ فرمایا: ''ورقہ! تمام مال موجود ہے جو چاہنا لے لینا۔''

کہا: ''نہیں! مال ومتاع کچھ نہیں چاہتا۔''

فرمایا: ''پھر کیا؟''

کہا: ''خدیجہ! میں جانتا ہوں کہ شفیع محشر تیرے شوہر کے سوا کوئی اور نہ ہوگا لہٰذا بس یہ چاہتا ہوں کہ میری سفارش کر دینا۔''

کہا: ''ورقہ میں ضامن ہوں کہ شفاعت کرا دوں گی۔''

یہ سن کر ورقہ خوش ہوا، جلدی جلدی خویلد کے پاس آیا سمجھا بجھا کر خویلد کو راضی کیا اور اسے ساتھ لئے ہوئے جناب ابوطالب کے پاس آیا انکار کرنے کی معذرت کی، نسبت منظور کرنے کی خوش خبری سنائی۔ تمام بنی ہاشم خوش ہو گئے۔ عقد کی تاریخ مقرر ہوئی۔ خدیجہ کا مکان آراستہ کیا گیا، جواہر نگار کرسیاں بچھائی گئیں، زریں کمر غلام خدمت کرنے کو آمادہ ہوئے۔ ہر قسم کے میوے اور شربت دعوت کو حاضر، آراستہ تھی مجلس اور انتہائی زینت کے ساتھ اور تمام لوگ منتظر تھے کہ دیکھیں سردار بنی ہاشم فخر عرب شرف نسل ابراہیمؑ کس شان سے آتا ہے؟ یکا یک سب کی نگاہیں بلند ہوئیں، دیکھا آرہے ہیں رسولؐ اور اس شان سے کہ سیاہ عمامہ سر کے اوپر، عبدالمطلبؑ کی قبا زیب بدن، الیاسؑ کی عبا دوش کے اوپر، نعلین عبدالمطلبؑ پائے مبارک میں ابراہیمؑ کا عصا دست مبارک میں، عقیق سرخ کی انگوٹھی انگشت مبارک میں، چہرہ کا نور جلوہ فگن، سر کے اوپر ابر کا سایہ، نور کی بارش چاروں طرف، گرد بنی ہاشم کا حلقہ، جناب حمزہ برہنہ تلوار لئے آگے آگے اور تمام اکابرین قریش ساتھ ساتھ۔ اِدھر کا یہ عالم، ادھر عرش و کرسی حرکت میں، تمام ملائکہ شکر کے سجدوں میں، حوریں زیب و زینت کے ساتھ، جنت کمال آرائش میں، جبرئیل امین نے خدائے جلیل کے حکم سے احمدؐ کی شادی میں رایت حمد کعبہ پر لگا یا۔ تمام پہاڑوں سے تسبیح کے نعرے، تمام درختوں سے سلام کی آواز، بزم احباب میں درود کی صدائیں۔

آئے رسولؐ اس شان و شوکت کے ساتھ اور گھر میں

(بقیہ............صفحہ ۲۹ پر)

نہیں ڈھانا چاہئے)

عرب کی فصاحت وبلاغت کا ایک بڑا استون مجاز میں حسن سلیقہ اور ذوق سلیم کا ثبوت تھا اور بیان کی رفعت کا انحصار مجازات کے استعمال پر تھا اسی لئے یہ قول اہل بلاغت میں مشہور ہے کہ اَکْثَرُ لُغَةِ الْعَرَبِ مَجَازٌ یعنی زبان عربی کا بڑا حصہ مجاز پر مبنی ہے چنانچہ حضرت پیغمبرؐ خدا کے کلام میں مجاز کا عنصر اتنا امتیاز خاص رکھتا تھا کہ علامۂ شریف رضی موسوی نے جو خود عربی ادب کے ایک رکن رکین اور ادیبوں کی زبان میں اشعر الطالبین یعنی بنی ہاشم کے سب سے بڑے شاعر تھے اور جو امیر المومنینؑ کے کلام کے سب سے اہم ذخیرہ یعنی نہج البلاغہ کے مرتب ہیں انھوں نے ایک مستقل کتاب ''المجازات النبویۃ'' تصنیف فرمائی جو عراق کے علمی مرکز نجف اشرف سے شائع بھی ہوگئی ہے۔

اس سب کے علاوہ آپ کے خطبوں کا ذخیرہ بھی کچھ کم نہیں ہے جن کی صدر اسلام ہی میں ضبط وتدوین ضروری سمجھی گئی۔ چنانچہ علامۂ جاحظ نے لکھا ہے:

مَحفُوْظَةٌ وَمُخَلَّدَةٌ وَمَشْهُوْرَةٌ: (البیان والتبیین، ج ا ص ۲۲۴) یہ پیغمبر خدا کے خطبے موجود ہیں جو تدوین شدہ شکل میں محفوظ اور ہمیشہ کی زندگی رکھتے ہوئے مشہور ومعروف ہیں۔

اس کے بعد بطور نمونہ کچھ خطبے حضرت کے درج بھی کئے ہیں اور دوسرے بہت سے مواقع پر تاریخ میں جا بجا یہ حضرت کے خطبات درج ہیں جن سے آج بھی کوئی چاہے تو ایک ضخیم مجموعہ مرتب کرسکتا ہے۔

❁❁❁

(**بقیہ......حیات پیغمبرؐ کے چند پہلو**) خدیجہ کے داخل ہوئے۔ انتہائی تعظیم وتکریم ہوئی، بے حد مہمان نوازی ہوئی۔ آخر ابو طالبؑ نے انتہائی فصاحت وبلاغت کے ساتھ حمد وثناء الٰہی کی اور پھر نکاح کے صیغے پڑھے گئے اور چار سو اشرفی مہر پر عقد رسولؐ خدیجہ سے ہوا، مگر ابھی رخصتی باقی تھی۔ ادھر بنی ہاشم تیاری میں، اُدھر خدیجہ انتظام میں۔ خدیجہ نے اتنا اہتمام کیا کہ چھ مہینے کامل انتظام میں گزر گئے۔ جب تمام انتظام ہو چکا تو رخصتی کے واسطے تمام بنی ہاشم خدیجہ کے گھر میں آئے، یہاں کی آرائشگی دید کے قابل بقد آدم مومی شمعیں، تمام دیواروں پر حریر ودیبا کے پردے، تمام بزم میں مرصع کرسیاں، رسولؐ کے واسطے جواہر نگار تخت، کئی غلام سونے اور چاندی کے پنکھے لئے ہوئے، بعض کے ہاتھوں میں انگیٹھیاں جن میں عود وعنبر سُلگتا ہوا تمام کنیزوں کے ریشمی لباس، گلوں میں سونے کے گلوبند، بالوں میں موتی پروئے ہوئے۔ پھر اب آپ ہی خیال کریں کہ جس کی کنیزوں کے بالوں میں موتیوں کی لڑیاں ہوں، اس عورت کا زیور ولباس خود کیسا ہوگا! وہ زیور اور وہ لباس جو عرب کی نگاہوں نے نہ دیکھا تھا، جسم خدیجہ کی زینت تھا۔ جب تمام رواسم عرب ختم ہو چکے تو جناب صفیہ نے خدیجہ کو لا کے رسولؐ کے پاس بٹھایا، اور عروسی کی تقریب ختم ہوئی۔ رسولؐ کی شادی خدیجہ سے اور خدیجہ کی مسرت کی حد نہیں، کیونکہ برسوں سے محبت دل میں تھی اور اس کی محبت تھی جو محبوب قلب ایمان، جو مطلوب نگاہ اسلام، جو نور نگاہ آدمؑ وابراہیمؑ، جو سرور قلب جنت نعیم۔ حد یہ ہے کہ خدیجہ کا محبوب وہی تھا جو حبیب خدا پہلے بن چکا تھا، اور بھی وہ کون ہے جسے شادی کی مسرت ہوتی نہ ہو، لہٰذا خدیجہ خوش رسولؐ خوش، بنی ہاشم خوش۔ اجی! ملائکہ مسرور، خدا راضی۔ فرحت وسرور میں زمین وآسمان ایک تھے، شادی تھی اور رسولؐ کی شادی۔ (ماخوذ از مجالس الشیعہ) ❁❁❁